بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گویا دبستاں کھل گیا

مُرتّبہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مرکزی مجلس امام اعظم لاہور

اسلامیہ جمہوریہ پاکستان

سلسلۂ مطبوعات نمبر ۳۳

مرکزی مجلس امام اعظم رجسٹرڈ لاہور
قائم شدہ ستمبر ۱۹۸۵ء

بانی وسرپرست :- **علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہجہان پوری**

نام کتاب	گویا دبستاں کھل گیا
مصنف	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری
صفحات	۴۸
کتابت	محمد طارق رانا
تزیین	محمد عثمان رانا
سائز	۳۶ × ۲۳ / ۱۶
تعداد	۱۰۰۰
سنِ اشاعت	سنہ ۱۴۰۹ھ / سنہ ۱۹۸۹ء
ناشر	مرکزی مجلسِ امام اعظم رجسٹرڈ لاہور
مطبع	شرکت پرنٹنگ پریس نسبت روڈ لاہور

ھدیہ :- دعائے خیر بحق معاونین واراکین۔ اراکین کے علاوہ شائقین ۳/ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھجوا کر طلب فرمائیں

رابطہ

پیراڈائز الیکٹرک سٹور

چوک موضع کوڑے۔ کیولری گراؤنڈ

لاہور ۵۴۸۱۰ - فون ۳۷۰۱۰۲

گویا دبستاں کھل گیا

مُرتّبہ

پروفیسر ڈاکٹر محمّد مسعود احمد مجدّدی مظہری

مختار رضا لائبریری
کتاب نمبر
صدر بازار، لاہور چھاؤنی

شرفِ اشاعت

مرکزی مجلسِ امامِ اعظم رجسٹرڈ
لاہور ۵۴۷۵۰
پاکستان

باسمہٖ تعالیٰ

حرفِ آغاز

محسنین اہلِ سنّت محترم حکیم محمد موسیٰ امرتسری اور علامہ محمد عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری مظہری کی تحریک پر ۱۹۶۸ء میں راقم نے امام احمد رضا پر کام کا آغاز کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب جامعات و کلّیات اور تحقیقی اداروں میں محققین اور دانشور امام احمد رضا کے علمی مقام سے واقف نہ تھے بلکہ ان اداروں میں امام احمد رضا کا ذکر و فکر بھی معیوب سمجھا جاتا تھا اور خود راقم بھی حقائق سے باخبر نہ تھا لیکن جب ۱۹۷۰ء میں امام احمد رضا کے حالات اور علمی خدمات پر تحقیق شروع کی تو یوں محسوس ہوا کہ جیسے راقم ایک عظیم الشّان خزانے تک پہنچ گیا ہو جو نہ معلوم کب سے زیرِ زمین دفن کر دیا گیا تھا ——— ۱۹۷۰ء سے اب تک (۱۹۸۹ء) کو ۱۹ سال گزر چکے ہیں یہ خزانہ برابر نکلے چلا آرہا ہے اور نہ جانے کب تک نکلتا رہے گا ——— ! اس خزانے کے علمی جواہرات جب بازارِ عالم میں جوہر شناسوں کے سامنے پیش کئے گئے تو ہر طرف سے تحسین و آفرین کی صدائیں بلند ہونے لگیں، جہاں سنّاٹا اور ہُو کا عالم تھا وہاں ایسی چہل پہل ہوگئی کہ آبادیاں رشک کرنے لگیں ——— اس مہم میں پاک و ہند اور بیرونی ممالک کی بہت سی شخصیات اور اداروں نے حصّہ لیا جن کی ایک طویل فہرست ہے، یہ سب اہلِ علم کے شکریہ کے مستحق ہیں۔

آج سے اسّی سال قبل عالمِ اسلام کی مسجدوں، مدرسوں، خانقاہوں حتیٰ کہ حرمین شریف سے امام احمد رضا کی مدح و ثنا میں آوازیں بلند ہوئیں پھر نہ معلوم کیوں سُنی اَن سُنی کر دی گئیں لیکن کسی کے مٹانے سے کوئی نہیں مٹتا جب تک وہ مٹانے والا

مٹانا نہ چاہیے، اُس کریم نے نہ چاہا کہ امام احمد رضا کا نام مٹا دیا جائے۔ اُس کے فضل و کرم سے وہ دور آیا جس دور کو امام احمد رضا کے تعارف و تعلیمات کی نشاۃِ ثانیہ کا دور کہا جا سکتا ہے۔ اِس دور میں جامعات و کلیات کے استادوں اور دانشوروں، ادارہ ہائے تحقیقاتِ علمیہ کے محققوں اور اسکالروں، عدالت ہائے عالیہ کے ججوں اور وکیلوں، مملکت کے گورنروں اور وزیروں، عساکرِ اسلامیہ کے کمانڈروں اور سپہ سالاروں اور میدانِ صحافت و سیاست کے صحافیوں اور سیاستدانوں نے یک زبان ہو کر امام احمد رضا کے علمی کمالات اور عبقریت کا کھلے دل سے اعتراف کیا اور ہر طرف سے تحسین و آفرین کی آوازیں بلند ہونے لگیں ——— آیئے آپ بھی یہ آوازیں سُنیں، اور اللہ کا شکر ادا کریں کہ دورِ جدید کی اندھیریوں میں اُس نے اپنے کرم سے اجالے کی طرف رہنمائی فرمائی، ہاں ؎

اے رضا، جانِ عنادل، ترے نغموں کے نثار
بلبلِ باغِ مدینہ! ترا کہنا کیا ہے!

احقر

محمد مسعود احمد

پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج، ٹھٹھہ (سندھ)

۱۷ ؍ جمادی الثانی سنہ ۱۴۰۹ھ
مطابق ۲۶ ؍ جنوری سنہ ۱۹۸۹ء

حیاتِ امام احمد رضا

ماہ وسال کے آئینے میں

۱۔ ولادتِ باسعادت محلہ جسولی بریلی بھارت	۱۰ شوال سنہ ۱۲۷۲ھ / ۱۴ جون سنہ ۱۸۵۶ء
۲۔ ختمِ قرآنِ کریم بعمر چار سال	سنہ ۱۲۷۶ھ / سنہ ۱۸۶۰ء (بعمر ۴ چار)
۳۔ پہلی تقریر بعمر ۶ سال (میلادِ رسول مقبول)	ربیع الاوّل سنہ ۱۲۷۸ھ / سنہ ۱۸۶۱ء
۴۔ پہلی عربی تصنیف شرح ہدایۃ النحو (بعمر ۸ سال)	سنہ ۱۲۸۵ھ / سنہ ۱۸۶۸ء
۵۔ دستارِ فضیلت	شعبان سنہ ۱۲۸۶ھ / سنہ ۱۸۶۹ء (بعمر تیرہ ۱۳ سال، دس ماہ، پانچ دن)
۶۔ آغاز فتویٰ نویسی بعمر ۱۳ سال ۱۰ ماہ	۱۴ شعبان سنہ ۱۲۸۶ھ / سنہ ۱۸۶۹ء
۷۔ آغاز درس وتدریس	سنہ ۱۲۸۶ھ / سنہ ۱۸۶۹ء
۸۔ ازدواجی زندگی	(بعمر ۱۸ سال) سنہ ۱۲۹۱ھ / سنہ ۱۸۷۴ء
۹۔ فرزند اکبر مولانا محمد حامد رضا خاں کی ولادت	ربیع الاوّل سنہ ۱۲۹۲ھ / سنہ ۱۸۷۵ء
۱۰۔ فتویٰ نویسی کی مطلق اجازت	سنہ ۱۲۹۳ھ / سنہ ۱۸۷۶ء
۱۱۔ بیعت وخلافت بعمر ۲۱ سال	سنہ ۱۲۹۴ھ / سنہ ۱۸۷۷ء
۱۲۔ پہلی اردو تصنیف	سنہ ۱۲۹۴ھ / سنہ ۱۸۷۷ء
۱۳۔ پہلا حج اور زیارت حرمین شریف	سنہ ۱۲۹۵ھ / سنہ ۱۸۷۸ء
۱۴۔ شیخ احمد بن زین بن دحلان مکی سے اجازتِ حدیث	سنہ ۱۲۹۵ھ / سنہ ۱۸۷۸ء
۱۵۔ مفتی مکہ شیخ عبدالرحمن سراج مکی سے اجازتِ حدیث	سنہ ۱۲۹۵ھ / سنہ ۱۸۷۸ء
۱۶۔ شیخ عابد السندی کے تلمیذِ رشید امام کعبہ شیخ حسین بن صالح جمل اللیل مکی سے اجازتِ حدیث	سنہ ۱۲۹۵ھ / سنہ ۱۸۷۸ء

۱۷	امامِ رضا کی پیشانی میں شیخ موصوف کا مشاہدۂ انوارِ الٰہیہ	سنہ ۱۲۹۵ھ / سنہ ۱۸۷۸ء
۱۸	مسجد خیف (مکہ معظمہ) میں بشارتِ مغفرت	سنہ ۱۲۹۵ھ / سنہ ۱۸۷۸ء
۱۹	زمانۂ حال کے یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے نکاح کے عدمِ جواز کا فتویٰ	سنہ ۱۲۹۸ھ / سنہ ۱۸۸۱ء
۲۰	تحریکِ ترکِ گاؤکشی کا سدِ باب	سنہ ۱۲۹۸ھ / سنہ ۱۸۸۱ء
۲۱	پہلی فارسی تصنیف	سنہ ۱۲۹۹ھ / سنہ ۱۸۸۲ء
۲۲	اُردو شاعری کا شاہکار قصیدۂ معراجیہ کی تصنیف	قبل سنہ ۱۳۰۲ھ / سنہ ۱۸۸۵ء
۲۳	فرزندِ اصغر مفتیٔ اعظم محمد مصطفےٰ رضا خاں کی ولادت	۲۲ ذی الحجہ سنہ ۱۳۱۰ھ / سنہ ۱۸۹۲ء
۲۴	ندوۃ العلماء کے جلسۂ تاسیس (کانپور) میں شرکت	سنہ ۱۳۱۱ھ / سنہ ۱۸۹۳ء
۲۵	تحریکِ ندوہ سے علیحدگی	سنہ ۱۳۱۵ھ / سنہ ۱۸۹۷ء
۲۶	مقابر پر عورتوں کے جانے کی ممانعت میں فاضلانہ تحقیق	سنہ ۱۳۱۶ھ / سنہ ۱۸۹۸ء
۲۷	قصیدۂ عربیہ آمال الابرار و آلام الاشرار	سنہ ۱۳۱۸ھ / سنہ ۱۹۰۰ء
۲۸	ندوۃ العلماء کے خلاف ہفت روزہ اجلاس پٹنہ میں شرکت	رجب سنہ ۱۳۱۸ھ / سنہ ۱۹۰۰ء
۲۹	علمائے ہند کی طرف سے خطاب مجدد مائۃ حاضرہ	سنہ ۱۳۱۸ھ / سنہ ۱۹۰۰ء
۳۰	تاسیس دار العلوم منظرِ اسلام بریلی	سنہ ۱۳۲۲ھ / سنہ ۱۹۰۴ء
۳۱	دوسرا حج اور زیارت حرمین شریف	سنہ ۱۳۲۳ھ / سنہ ۱۹۰۵ء
۳۲	امام کعبہ شیخ عبد اللہ میرداد اور اُن کے اُستاذ حامد احمد محمد جدادی مکی کا مشترکہ استفتاء اور احمد رضا کا فاضلانہ جواب	سنہ ۱۳۲۴ھ / سنہ ۱۹۰۶ء

۳۳۔ علماءِ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے نام سندات اجازت نامہ و خلافت	سنہ ۱۳۲۴ھ / سنہ ۱۹۰۶ء
۳۴۔ کراچی آمد اور مولانا محمد عبدالکریم درسِ سندھی سے ملاقات	سنہ ۱۳۲۴ھ / سنہ ۱۹۰۶ء
۳۵۔ احمد رضا کے عربی فتوے کو حافظ کتب الحرم سید اسماعیل خلیل مکی کا زبردست خراجِ عقیدت	سنہ ۱۳۲۵ھ / سنہ ۱۹۰۷ء
۳۶۔ شیخ ہدایت اللہ بن محمد بن محمد سعید السندھی مہاجر مدنی کا اعتراف مجددیت	۴ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۰ھ / سنہ ۱۹۱۲ء
۳۷۔ قرآن کریم کا اردو ترجمہ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن	سنہ ۱۳۳۰ھ / سنہ ۱۹۱۲ء
۳۸۔ شیخ موسیٰ علی الشامی الازہری کی طرف سے خطاب "امام الائمۃ المجدد لھذہ الامۃ"	یکم ربیع الاول سنہ ۱۳۳۰ھ / سنہ ۱۹۱۲ء
۳۹۔ حافظ کتب الحرم سید اسماعیل خلیل مکی کی طرف سے خطاب "خاتم الفقہاء والمحدثین"	سنہ ۱۳۳۰ھ / سنہ ۱۹۱۲ء
۴۰۔ علم المربعات میں ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے مطبوعہ سوال کا فاضلانہ جواب	قبل سنہ ۱۳۳۱ھ / سنہ ۱۹۱۳ء
۴۱۔ ملتِ اسلامیہ کیلئے اصلاحی اور انقلابی پروگرام کا اعلان	سنہ ۱۳۳۱ھ / سنہ ۱۹۱۳ء
۴۲۔ بہاولپور ہائی کورٹ کے جسٹس محمد دین کا استفتاء اور احمد رضا کا فاضلانہ جواب	۲۳ رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۱ھ / سنہ ۱۹۱۳ء
۴۳۔ مسجد کانپور کے قضیئے پر برطانوی حکومت سے معاہدہ کرنے والوں کے خلاف ناقدانہ رسالہ	سنہ ۱۳۳۱ھ / سنہ ۱۹۱۳ء
۴۴۔ ڈاکٹر سر ضیاء الدین (وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ) کی آمد اور استفادۂ علمی	مابین سنہ ۱۳۳۲ھ / سنہ ۱۹۱۴ء اور سنہ ۱۳۳۵ھ / سنہ ۱۹۱۶ء
۴۵۔ انگریزی عدالت میں جانے سے انکار اور حاضری سے استثناء	سنہ ۱۳۳۴ھ / سنہ ۱۹۱۶ء

۴۶۔ صدر الصدور صوبہ جات دکن کے نام ارشاد نامہ	سنہ ۱۳۳۴ھ / سنہ ۱۹۱۶ء
۴۷۔ تاسیس جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی	تقریباً سنہ ۱۳۳۶ھ / سنہ ۱۹۱۷ء
۴۸۔ سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر فاضلانہ تحقیق	سنہ ۱۳۳۷ھ / سنہ ۱۹۱۸ء
۴۹۔ امریکی ہیأۃ دان پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کو شکستِ فاش۔	سنہ ۱۳۳۸ھ / سنہ ۱۹۱۹ء
۵۰۔ آئزک نیوٹن اور آئن سٹائن کے نظریات کے خلاف فاضلانہ تحقیق	سنہ ۱۳۳۸ھ / سنہ ۱۹۲۰ء
۵۱۔ ردِّ حرکت زمین پر ۱۰۵ دلائل اور فاضلانہ تحقیق	سنہ ۱۳۳۸ھ / سنہ ۱۹۲۰ء
۵۲۔ فلاسفۂ قدیمہ کا ردِّ بلیغ	سنہ ۱۳۳۸ھ / سنہ ۱۹۲۰ء
۵۳۔ دو قومی نظریہ پر حرفِ آخر	سنہ ۱۳۳۹ھ / سنہ ۱۹۲۱ء
۵۴۔ تحریکِ خلافت کا افشائے راز	سنہ ۱۳۳۹ھ / سنہ ۱۹۲۱ء
۵۵۔ تحریکِ ترکِ موالات کا افشائے راز	سنہ ۱۳۳۹ھ / سنہ ۱۹۲۱ء
۵۶۔ انگریزوں کی معاونت اور حمایت کے الزام کے خلاف تاریخی بیان	سنہ ۱۳۳۹ھ / سنہ ۱۹۲۱ء
۵۷۔ وصال	۲۵ صفر المظفر سنہ ۱۳۴۰ھ / ۲۸ اکتوبر سنہ ۱۹۲۱ء
۵۸۔ مدیر پیسہ اخبار کا تعزیتی نوٹ	یکم ربیع الاوّل سنہ ۱۳۴۰ھ / ۳ نومبر سنہ ۱۹۲۱ء
۵۹۔ سندھ کے ادیب شہیر سرشار عقیلی نتوی کا تعزیتی مقالہ	سنہ ۱۳۴۱ھ / ستمبر سنہ ۱۹۲۲ء
۶۰۔ بمبئی ہائی کورٹ کے جسٹس ڈی۔ ایف ملّا کا خراجِ عقیدت	سنہ ۱۳۴۹ھ / سنہ ۱۹۳۰ء
۶۱۔ شاعرِ مشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کا خراجِ عقیدت	سنہ ۱۳۵۱ھ / سنہ ۱۹۳۲ء

نوٹ:-

وصال کے وقت عمر شریف سنہ عیسوی کے مطابق ۶۵ سال اور سنہ ہجری کے مطابق ۶۸ سال تھی۔

اختر رضا لائبریری
کتاب نمبر
صدر بازار، لاہور چھاؤنی

شخصیات

علما و مشائخ

(۱) علامہ ہدایت اللہ سندھی مہاجر مدنی، مدینہ منورہ
(۲) علامہ سید محمد محدث کچھوچھوی، کچھوچھ شریف
(۳) علامہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی، دہلی
(۴) علامہ محمد ابراہیم فاروقی مجددی، کابل
(۵) علامہ عطا محمد بندیالوی، بندیال شریف
(۶) علامہ مفتی محمد مکرم احمد نقشبندی مجددی، دہلی
(۷) مولانا اشرف علی تھانوی، تھانہ بھون
(۸) مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، لاہور
(۹) مولانا ابوالحسن علی ندوی، لکھنؤ
(۱۰) مولانا معین الدین احمد ندوی، اعظم گڑھ
(۱۱) ملک غلام علی، لاہور

شیخ الجامعہ اور وائس چانسلر

(۱۲) علامہ عبدالحمید، حیدرآباد دکن
(۱۳) ڈاکٹر سر ضیاء الدین، علی گڑھ

(۱۴) علامہ علاؤ الدین صدیقی ، لاہور

(۱۵) پروفیسر کرار حسین ، کوئٹہ

(۱۶) ڈاکٹر جمیل جالبی ، کراچی

چیئرمین اور ڈائریکٹر

(۱۷) ڈاکٹر سیّد محمدؐ عبداللہ ، لاہور

(۱۸) ڈاکٹر سیّد احمد عابد علی ، لاہور

(۱۹) ڈاکٹر محمدؐ طاہر القادری ، لاہور

(۲۰) پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی ، حیدر آباد سندھ

پروفیسر (پاکستان)

(۲۱) پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں ، حیدر آباد سندھ

(۲۲) پروفیسر ڈاکٹر محمدؐ ایوب قادری ، کراچی

(۲۳) پروفیسر ڈاکٹر فرمان فتحپوری ، کراچی

(۲۴) پروفیسر ڈاکٹر سرور اکبر آبادی ، کراچی

(۲۵) پروفیسر ڈاکٹر پیر محمدؐ حسن ، اسلام آباد

(۲۶) پروفیسر ابرار حسین ، راولپنڈی

(۲۷) پروفیسر کرم حسین حیدری ، اسلام آباد

(۲۸) پروفیسر ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان ، پشاور

(۲۹) پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی ، فیصل آباد

پروفیسر (ہندوستان)

(۳۰) پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین آرزو، علی گڑھ
(۳۱) پروفیسر سیّد عبد القادر، حیدر آباد دکن
(۳۲) پروفیسر ڈاکٹر وحید اشرف، بڑودہ
(۳۳) پروفیسر ڈاکٹر ملک زادہ منظور، لکھنؤ
(۳۴) پروفیسر ڈاکٹر سلام سندیلوی، گورکھپور
(۳۵) پروفیسر ڈاکٹر نسیم قریشی، علی گڑھ
(۳۶) پروفیسر ڈاکٹر حامد علی خاں، علی گڑھ
(۳۷) پروفیسر ڈاکٹر افتخار اعظمی، لکھنؤ
(۳۸) پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، علی گڑھ
(۳۹) ڈاکٹر حسن رضا خاں، پٹنہ

پروفیسر (دیگر ممالک)

(۴۰) پروفیسر ڈاکٹر محی الدین الوائیؒ، قاہرہ
(۴۱) پروفیسر ڈاکٹر ابو الفتاح ابو غدّہ، ریاض
(۴۲) پروفیسر ڈاکٹر عبد الشکور شاد، کابل
(۴۳) پروفیسر ڈاکٹر باربرا ڈی مٹکاف، نیو یارک
(۴۴) پروفیسر ڈاکٹر جے۔ ایم۔ ایس۔ بلیان، لائڈن
(۴۵) پروفیسر ڈاکٹر حنیف اختر فاطمی، لندن
(۴۶) پروفیسر غیاث الدین قریشی، نیو کاسل

جج

(۴۷) جسٹس قدیر الدین احمد ، کراچی
(۴۸) جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری ، اسلام آباد
(۴۹) جسٹس شمیم حسین قادری ، لاہور

وزراء اور کمانڈر

(۵۰) مولانا کوثر نیازی ،
(۵۱) خان محمد علی خان آف ہوتی ،
(۵۲) ریٹائرڈ ایڈمرل ایم ۔ اے ۔ آئی ارشد ، کراچی

ادیب و دانشور

(۵۳) شاہ مانا میاں قادری ، کراچی
(ڈاکٹر محمد اقبال)
(۵۴) نیاز فتحپوری ، کراچی
(۵۵) مولانا ماہر القادری ، کراچی
(۵۶) مقبول جہانگیر ، لاہور
(۵۷) حافظ بشیر احمد غازی ، کراچی
(۵۸) میاں میاں شفیع ، لاہور
(۵۹) جناب منظور الحق

تأثرات

(۱)

فاضل جلیل علامہ ہدایت اللہ سندھی مہاجر مدنی

(محررہ سنہ ۱۳۳۰ھ / سنہ ۱۹۱۲ء)

"اعلم علماء زماں، افقہ فقہائے دوراں، عالم و حامی سنت، قاطع بدعت، مجدد مائۃ حاضرہ، مؤید ملت زاہرہ، محمود الفضائل، محسود الافاضل، جنہوں نے اپنی ذات کو دین متین کی مدد کے لیے وقف کر دیا ہے اور جو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تحفظ میں سرگرم ہیں اور اللہ کے راستے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے اور محبوب رب العالمین کی نعت گوئی میں جنہوں نے سب کچھ پیچھے چھوڑ دیا۔ حب نبوی میں جو ہمہ وقت گم ہیں، نعت گوئی کے سمندر سے ایسے ایسے موتی انہوں نے نکالے جن کی قیمت دنیا اور آخرت میں نہیں لگائی جا سکتی۔ وہ اس کے اہل ہیں کہ ان کے نام سے قبل اور بعد میں کوئی بھی فضیلت کا خطاب لگایا جائے یعنی مولانا عبد المصطفےٰ الشیخ احمد رضا خاں صاحب حنفی قادری جن کے علم ظاہر و باطن کا اعلان اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو چکا۔ اللہ ان کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے اور ان کے وجود باجود سے تمام استفادہ کرنے والے اور فیض اٹھانے والے قیامت تک فیضیاب ہوتے رہیں۔ آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اجمعین۔"

(ترجمہ از علامہ خالد فاخری مطبوعہ معارف رضا، کراچی سنہ ۱۹۸۶ء، ص ۱۰۲)

(۲)

علامہ سید محمد محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ

(پاک و ہند کے سحر بیاں مقرر، تحریک پاکستان کے ممتاز رہنما اور متبحر عالم)

"ایک دفعہ لکھنؤ کے ادیبوں کی شاندار محفل میں اعلیٰ حضرت کا قصیدۂ معراجیہ

ہَیں نے اپنے انداز میں پڑھا تو سب جھومنے لگے۔ میَں نے اعلان کیا کہ اُردو ادب کے نقطۂ نظر سے میں ادیبوں کا فیصلہ اس قصیدے کی زبان کے متعلق چاہتا ہوں تو سب نے کہا کہ اس کی زبان تو کوثر کی دُھلی ہوئی ہے۔"

(سید محمد محدّث کچھوچھوی بحوالہ مجدّدِ اسلام، از نسیم بستوی، ص ۱۶۴)

(۳)

حضرت علامہ ابوالحسن زید فاروقی مجدّدی

(فاضل جامعہ ازہر مصر اور ہندوستان کے ممتاز محقق، عالم دین اور عارف کامل)

مولانا مفتی محمد مظہر اللہ صاحب[۱] پیش امام جامع مسجد فتحپوری، دہلی نے عاجز سے بیان کیا:-

"میں نے اضحیہ کے متعلق مولانا احمد رضا خاں صاحب سے کچھ دریافت کیا۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے مفصّل جواب تحریر فرمایا۔ آپ نے بھیڑ کی اتنی قسموں کا بیان کیا کہ میں متعجب رہ گیا ــــ میں نے اس تحریر کو حفاظت سے رکھا تھا۔ ایک دن میں اس کو دیکھ رہا تھا کہ مولانا کفایت اللہ[۲] صاحب تشریف لے آئے اور اس تحریر کا مطالعہ کیا اور مجھ سے کہا:-

اس میں کلام نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کا علم بہت وسیع تھا۔"

(ہفت روزہ ہجوم (نئی دہلی) امام احمد رضا نمبر، دسمبر ۱۹۸۸ء، ص ۶، ک ۳، ۴)

(۴)

ضیاء المشائخ حضرت محمّد ابراہیم فاروقی مجدّدی

(قلعہ جوّاد، کابل، افغانستان)

"بے شک مفتی احمد رضا خاں قادری ایک جیّد عالم اور واقف اسرار طریقت

[۱] مسلک اہل سنّت و جماعت کے عظیم عالم و عارف اور مفتی جن کے فتاوی پر لائڈن یونیورسٹی ہالینڈ میں تحقیق ...

تھے، اسلامی علوم کی تشریح میں ان کا عظیم الشان ملکہ اور باطنی حقائق کی توضیح میں ان کے معارف بہت زیادہ ستائش کے لائق ہیں اور فقہی علوم میں ان کی تحقیقات اہلِ سُنّت وجماعت کے بنیادی نظریات میں قابلِ قدر یادگار کی حیثیت رکھتی ہیں اور ان کی تحقیقات کو اگر تشنگانِ علومِ دینیہ کے لئے سرچشمۂ فیض وہدایت قرار دیا جائے تو یہ مبالغہ نہ ہوگا۔" (ترجمہ فارسی) (پیغاماتِ یوم رضا، ص ۱۸)

۵

استاذ الاساتذہ علّامہ عطا محمّد بندیالوی

بندیال، ضلع سرگودھا (پاکستان)

"حضرت بریلوی قدس سرہٗ نے ایک ہزار کے لگ بھگ تصانیف ارقام فرمائیں اور جس مسئلے پر قلم اٹھایا، اُلم نشرح کر کے چھوڑا۔ ان تمام تصانیف کا سرتاج اُردو ترجمۂ قرآنِ پاک کنز الایمان ہے۔ جس کی نظیر نہیں ہے اور اس ترجمہ کا مرتبہ اسی کو معلوم ہوتا ہے جس کی اعلیٰ درجہ کی تفاسیر پر نظر ہے۔ اس ترجمۂ مبارک میں مفسّرین کا اتباع کیا گیا ہے اور جن مشکلات اور ان کے حل مفسّرین نے صفحات میں جا کر بمشکل بیان فرمائے ہیں۔ اس محسنِ اہلِ سُنّت نے اس ترجمہ کے چند الفاظ میں کھول کر رکھ دیا ہے۔"

(پیغاماتِ یومِ رضا، ص ۴۷)

۶

فاضل جلیل علامہ مفتی محمّد مکرّم احمد

(شاھی امام مسجد جامع فتحپوری، دھلی)

"انیسویں صدی کے نصف آخر میں اللہ تعالیٰ نے دینِ متین کی حفاظت اور

خدمت کے لئے بھارت کے بریلی شہر میں ایک عظیم عبقری شخصیت کو پیدا فرمایا جس کو آج کی دُنیا امام احمد رضا کے نام نامی سے یاد کرتی ہے۔"

(ہفت روزہ ہجوم (نئی دہلی)، امام احمد رضا نمبر دسمبر ۱۹۸۸ء، ص ۴، ک ۱)

(۷)

مولانا اشرف علی تھانوی

(مسلک دیوبند کے نامور عالم)

"میرے دل میں احمد رضا کے لئے بے حد احترام ہے، وہ ہمیں کافر کہتا ہے لیکن عشقِ رسول (اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم) کی بنا پر کہتا ہے، کسی اور غرض سے تو نہیں کہتا۔"

(۲۳ اپریل ۱۹۶۲ء ہفت روزہ چٹان لاہور)

(۸)

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم

(لاہور — پاکستان)

"مولانا احمد رضا خان کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے، فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے تھے اور ان کی فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔"

(مقالاتِ یومِ رضا، حصّہ دوم، ص ۶۰)

(۹)

مولانا ابوالحسن علی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء، لکھنو)

وہ حرمتِ سجدۂ تعظیمی کے قائل تھے۔ اس موضوع پر انہوں نے ایک کتاب بنام الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیہ تصنیف کی۔ یہ کتاب اپنی جامعیّت کے ساتھ ان کے وفورِ علم اور قوّتِ استدلال پر دال ہے۔ وہ نہایت کثیر المطالعہ، وسیع المعلومات اور متبحّر عالم تھے، رواں رواں قلم کے مالک اور تصنیف و تالیف میں جامع فکر کے حامل تھے ...... فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر معلومات کی حیثیت سے اس زمانے میں ان کی نظیر نہیں ملتی، ان کے فتاویٰ اور کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم اس پر شاہد عادل ہیں --- علوم ریاضی، ہیأۃ، نجوم، توقیت، رمل، جفر میں انہیں مہارتِ تامہ حاصل تھی، وہ اکثر علوم کے حامل تھے۔

(ابوالحسن علی ندوی: نزہتہ الخوطر، ج ۸، مطبوعہ حیدرآباد دکن، ۱۹۷۰ء)

(۱۰)

شاہ معین الدین احمد ندوی

(سابق ناظم دارالمصنّفین، اعظم گڑھ)

"مولانا احمد رضا خاں مرحوم صاحبِ علم و نظر علماء مصنفین میں تھے، دینی علوم خصوصاً حدیث و فقہ پر اُن کی نظر وسیع و گہری تھی۔ مولانا نے جس دقّتِ نظر اور تحقیق کے ساتھ علماء کے استفسارات کے جوابات تحریر فرمائے ہیں اُس سے

اُن کی جامعیت، علمی بصیرت، قرآنی استحضار، ذہانت و طبّاعی کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے۔ اُن کے عالمانہ محققانہ فتاویٰ موافق و مخالف ہر طبقے کے مطالعہ کے لائق ہیں۔"

(ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۶۲ء)

⑪

ملک غلام علی (نائبِ مودودی)

(نائب امیر جماعت اسلامی پاکستان ابوالاعلیٰ مودودی)

"احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں ہم لوگ اب تک سخت غلط فہمی میں رہے۔ اُن کی بعض تصانیف اور فتاویٰ کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے ہاں پائی ہے وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے اور عشقِ خدا اور رسول تو اُن کی سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے۔"

(ہفت روزہ شہاب، لاہور، ۲۰ نومبر ۱۹۶۲ء)

⑫

علّامہ عبد الحمید

شیخ الجامعۃ النظامیہ، حیدرآباد دکن (بھارت)

"مولانا احمد رضا خاں صاحب، سیف الاسلام اور مجاہدِ اعظم گزرے ہیں، اہل السنّۃ والجماعت کے مسلک و عقائد کی حفاظت کا ایک مضبوط قلعہ تھے۔ آپ کا مسلمانوں پر احسانِ عظیم ہے کہ اُن کے دلوں میں عظمت و احترامِ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اولیاءِ اُمّت کے ساتھ وابستگی برقرار ہے۔ خود مخالفین پر بھی اس کا اچھا اثر پڑا اور اُن کا گستاخانہ لب و لہجہ ایک حد تک درست ہوا۔ بجا طور پر

آپ امام اہل السنۃ والجماعت ہیں۔ آپ کی تصنیفات و تالیفات علوم کا ایک بحرِ ذخار ہیں۔"

(محمد یٰسین اختر اعظمی: امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں" مطبوعہ الہ آباد ۱۹۷۷ء، ص ۱۴۵)

۱۳

ڈاکٹر سر ضیاءُ الدین مرحوم

(پی۔ ایچ۔ ڈی۔ (جرمنی))

(سابق وائس چانسلر، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔ بھارت)

"بہت خلیق، بہت منکسر المزاج اور ریاضی بہت اچھی جانتے تھے باوجودیکہ کسی سے پڑھا نہیں، ان کو علم لدنّی تھا، میرے سوال کا جو بہت مشکل اور لاحل تھا ایسا فی البدیہہ جواب دیا گویا اس مسئلے پر عرصہ سے ریسرچ کیا ہے۔ اب ہندوستان میں کوئی جاننے والا نہیں۔"

(ظفر الدین بہاری: حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اوّل، مطبوعہ کراچی، ص ۱۵۵)

"اتنا زبردست محقق عالم اِس وقت ان کے سوا شاید ہی کوئی ہو۔ اللہ نے ایسا علم دیا ہے کہ عقل حیران ہے۔ دینی، مذہبی، اسلامی علوم کے ساتھ ریاضی، اقلیدس، جبر و مقابلہ، توقیت وغیرہ میں اتنی زبردست قابلیت کو میری عقل ریاضی کے جس مسئلے کو ہفتوں غور و فکر کے بعد بھی حل نہ کر سکی حضرت نے منٹ میں حل کر کے رکھ دیا۔"

(مفتی محمد برہان الحق جبل پوری: اکرام امام احمد رضا، لاہور، ۱۹۸۱ء، ص ۵۹-۶۰)

(۱۴)

علّامہ علاؤالدین صدیقی مرحوم

سابق وائس چانسلر، پنجاب یونیورسٹی لاہور

"جس طرح ادیانِ عالم میں دینِ اسلام ہے اسی طرح اسلام کے جملہ فرقوں میں اہلِ سُنّت کو خاص حیثیت حاصل ہے۔ ۔ ۔ ۔ جب دین کی قدروں کو نیچے گرایا جارہا تھا اُس وقت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری آگے بڑھے اور انہوں نے دین کی قدروں کو صحیح مقام پر ثبات بخشا ـــــ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام اہلِ سنّت تھے اس لئے مسلمانوں کو فاضل بریلوی کی زندگی کو مشعلِ راہ بنانا چاہیئے۔"

(عبدالنبی کوکب: مقالاتِ یومِ رضا، حصّہ دوم، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء، ص ۱۷)

(۱۵)

پروفیسر کرار حسین

(سابق وائس چانسلر، بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ)

" میں اُن کی شخصیت سے اس وجہ سے متاثر ہوں کہ انہوں نے علم وعمل میں عشقِ رسول کو وہ مرکزی مقام دیا جس کے بغیر تمام دین ایک جسدِ بے روح ہے۔"

(محمد مرید احمد چشتی: خیابانِ رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء، ص ۸۵)

(۱۶)

پروفیسر ڈاکٹر جمیل جالبی

(سابق وائس چانسلر، کراچی یونیورسٹی و
صدر نشین مقتدرۂ قومی زبان اردو، پاکستان، اسلام آباد)

"مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی چودھویں صدی ہجری کے بلند پایہ فقیہہ، متبحر عالم، سائنسداں، بہترین لغت گو، صاحبِ شریعت، صاحبِ طریقت بزرگ تھے۔ اُن کے علمی مقام کا اندازہ اِس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ تقریبًا ۵۴ علوم و فنون پر مکمل دسترس رکھتے تھے اور اُن علوم میں سے ہر فن میں آپ نے کوئی نہ کوئی تصنیف یادگار چھوڑی ہے۔ اُن کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار سے زائد بیان کی جاتی ہے۔"

(معارفِ رضا، کراچی ۱۹۸۶ء، ص ۸۷)

(۱۷)

ڈاکٹر سیّد محمّد عبد اللہ مرحوم

(ایم۔اے۔ڈی۔لٹ)

سابق چیئرمین شعبۂ دائرۃ المعارف الاسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور (پاکستان)

"عالم اپنی قوم کا ذہن اور اس کی زبان ہوتا ہے، اور وہ عالم جس کی فکر و نظر کا محور قرآن حکیم اور حدیث نبوی ہو وہ ترجمانِ علم و حکمت، نقیبِ حق و صداقت اور محسنِ انسانیت ہوتا ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی بھی ایسے ہی عالمِ دین تھے تو یہ مبالغہ نہ ہوگا بلکہ حقیقت کا اعتراف ہوگا، وہ بلاشبہ جیّد عالم، متبحّر حکیم، عبقری فقیہ، صاحبِ نظر، مُفسّرِ قرآن، عظیم محدّث اور سحر بیان خطیب تھے"

(پیغاماتِ یوم رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء، ص ۲۵)

(۱۸)

ڈاکٹر عابد احمد علی

ایم اے، ڈی۔ فل (آکسفورڈ)

مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری، لاہور (پاکستان)

"۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۵ء تک کا زمانہ وہ ہے جس میں اقبال تقریباً ہر سال علی گڑھ گئے ہوں گے۔ اس عرصے میں ایک بار استاذِ محترم مولانا سید سلیمان اشرف (صدر شعبۂ دینیات، مسلم یونیورسٹی) نے اقبال کو کھانے پر مدعو کیا اور وہاں محفل میں حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا ذکر چھڑ گیا، اقبال نے مولانا کے بارے میں یہ رائے ظاہر کی:

(۱۹)

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری

(ڈائریکٹر ادارہ منہاج القرآن، لاہور)

حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمات پر نظر ڈالتے ہیں تو خوشگوار حیرت ہوتی ہے کہ اُن کی شخصیت میں بیک وقت

★ ——— شانِ مصلحیت

★ ——— شانِ مجتہدیت اور

★ ——— شانِ مجددیت

موجود ہے ——— جس طرح یہ تینوں سطحیں اُن کی ذات میں جمع ہیں اسی طرح دین حق کی خدمت کے تینوں شعبے بھی اُن کے کام میں جمع ہیں ———

★ ——— جب آپ کی خدمات کا عقائد و مسلک کے باب میں جائزہ لیں

جاتا ہے تو آپ 'مجدّد' نظر آتے ہیں۔

★ ------ فقہی خدمات کے اعتبار سے تو 'مجتہد' نظر آتے ہیں۔

★ ------ اور اگر طریقت و تصوّف کے پہلو سے دیکھیں تو 'مصلح' نظر آتے ہیں۔

(پروفیسر محمد طاہر القادری: حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کا علمی نظم، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء، ص ۱۵)

(۲۰)

پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی

(ماہر معاشیات اور ناظم تعلیمات حیدر آباد ڈیژن سندھ)

"اب اہلِ دل اور اہلِ نظر ذرا اُس ماحول کو ذہن میں رکھیں جب کہ ۱۹۱۲ء میں مولانا احمد رضا خاں نے مسلمانوں کو اس بات پر عمل کرنے کی تلقین کی تھی کہ وہ غیر ضروری اخراجات سے پرہیز کریں اور زیادہ سے زیادہ پس انداز کریں اور آج کے ماحول پر نظر ڈالیں جب کہ حکومتیں اس بات کے لئے کوشاں ہیں کہ عوام زیادہ سے زیادہ بچت کریں۔ ------ کیا آپ اب بھی قائل نہ ہوں گے مولانا کی دُور اندیشی کے؟ ------ کیا اب بھی آپ کو یقین نہ آئے گا کہ مولانا کی دُور رس نگاہیں مستقبل کو کتنا صاف دیکھ رہی تھیں؟ ------ کینز (J. M. Keynes) کو اس کی خدمات کے صلے میں اعلیٰ ترین خطاب مل سکتا ہے اس بنا پر کہ اس نے وہ چیز دریافت کرلی تھی جسے چوبیس ۲۴ سال قبل مولانا احمد رضا خاں بریلوی شائع کروا چکے تھے۔ لیکن افسوس مسلمانوں نے اس طرف ذرّہ برابر توجہ نہ دی۔

(معارفِ رضا، کراچی، ۱۹۸۱ء، ص ۵۷)

(۲۱)

پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں

(ایم۔اے، ایل۔ایل۔بی، پی۔ایچ۔ڈی، ڈی۔لٹ)

سابق صدر شعبۂ اُردو، سندھ یونیورسٹی، حیدرآباد (سندھ، پاکستان)

"اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ اپنے دَور کے بے مثل علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ اِن کے فضل وکمال، ذہانت وفطانت، طبّاعی و درّاکی کے سامنے بڑے بڑے علماء و فُضلاء یونیورسٹیوں کے اساتذہ، محققین و مستشرقین نظروں میں نہیں جچتے، مختصر یہ کہ وہ کونسا علم ہے جو انہیں نہیں آتا تھا، وہ کونسا فن ہے جس سے وہ واقف نہیں تھے۔"

(ہفت روزہ "اُفق" کراچی)، شمارہ ۲۲ جنوری تا ۲۸ جنوری ۱۹۷۹ء، ص ۱۰)

(۲۲)

پروفیسر ڈاکٹر محمّد ایوب قادری

(سابق صدر شعبۂ اُردو، اُردو کالج، کراچی اور پاکستان کے مشہور محقق وقلمکار)

"فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں (۱۸۵۶ء۔۔۔۱۹۲۱ء) اپنے عہد کے نامور عالم، فقیہہ، ریاضی داں، مصنف اور عبقری تھے۔ علوم ریاضی میں وہ مجتہدانہ دسترس رکھتے تھے۔ اسی طرح علمِ فقہ میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔"

(معارفِ رضا، کراچی ۱۹۸۲ء، ص ۱۰۷

(۲۳)

پروفیسر ڈاکٹر فرمان فتحپوری

شعبۂ اُردو کراچی یونیورسٹی

علمائے دین میں نعت نگار کی حیثیت سے سب سے ممتاز نام مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں ۱۸۵۶ء مطابق ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۱ء مطابق ۱۳۴۰ھ میں وفات پائی۔ اس لحاظ سے وہ مولانا حالیؔ، مولانا شبلیؔ، امیر مینائی اور اکبر الٰہ آبادی وغیرہ کے ہمعصروں میں تھے۔ اِن کی شاعری کا محورِ خاص آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی زندگی و سیرت تھی۔ مولانا صاحبِ شریعت بھی تھے اور صاحبِ طریقت بھی۔ صرف نعت و سلام اور منقبت کہتے تھے اور بڑی دردمندی و دلسوزی کے ساتھ کہتے تھے۔ سادہ و بے تکلف زبان اور برجستہ و شگفتہ بیان ان کے کلام کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ اِن کے نعتیہ اشعار اور سلام سیرت کے جلسوں میں عام طور پر پڑھے اور سُنے جاتے ہیں۔ اِن کا سلام ؎

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

بہت مقبول ہوا ہے۔ ایک نعت بھی جس کا مطلع ہے ؎

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

خاصی شہرت رکھتی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا دیوان "حدائقِ بخشش" کئی بار شائع ہو چکا ہے۔

(ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اُردو کی نعتیہ شاعری، مطبوعہ لاہور ص ۸۶)

(۲۴)

پروفیسر ڈاکٹر سرور اکبر آبادی (کراچی)

اس وقت اعلیٰ حضرت اپنے فضل و کمال، مصلحانہ تقدس، حکیمانہ شعور، ذہانت و فطانت، طبّاعی و درّاکی اور عالمانہ و استادانہ تدبّر و بصیرت کے سبب اور نعت گو شعراء میں نہایت مقبول و محبوب ہونے کے ساتھ ساتھ شہرت و عظمتِ لازوال کے مالک ہیں۔ آپ کے دل سے نکلنے والے ایک ایک لفظ اور ایک ایک شعر نے عاشقانِ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں میں دیوانگی و شیفتگی اور وارفتگی و ربودگی کی تڑپ کوٹ کوٹ کر بھر دی اور ایک ایسی شمعِ ایمان فروزاں کر دی جس کی روشنی میں آنے والی نسلوں کے شعراء بھی اپنی منزلِ مقصود تک بآسانی پہنچنے میں کامیاب و کامراں ہوتے رہیں گے اور حق تو یہ ہے ؎

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

(ہفت روزہ ہجوم، نئی دہلی، امام احمد رضا نمبر، دسمبر ۱۹۸۸ء، ص ۵ کالم ۵)

(۲۵)

پروفیسر ڈاکٹر پیر محمد حسن

ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد (پاکستان)

"مولانا جس قدر زود نویس تھے اس کا پتہ ان کی لاتعداد تصانیف سے چلتا ہے، اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ علم کا سمندر ان کے سینہ اور دماغ میں موجزن تھا اور اس کا بہاؤ اس قدر تیز تھا کہ روکنے اور رکنے کی گنجائش نہیں تھی۔ شیخ اکبر (محی الدین ابن عربی) فرماتے ہیں

کہ " جو تصانیف میں نے کی ہیں ان سے میرا مقصد مُصنّف بننا نہیں ہے بلکہ اگر میں یہ تصانیف نہ کرتا تو مجھے جل جانے کا خطرہ تھا۔" —— یہی بات مولانا پر صادق آتی ہے۔"

(مقالاتِ یوم رضا، حصّہ دوم، ص ٦٦)

(۲۶)

پروفیسر ابرار حسین

(سابق استاد شعبۂ بنیادی سائنس، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد)

" امام احمد رضا کو کم و بیش ۵۵ علوم پر دسترس حاصل تھی، اُن میں سے تقریباً ۴۳ علوم و فنون انہوں نے ذاتی مطالعے سے حاصل کئے۔ علوم ریاضی اُن کی حیثیت مسلّم ہے۔"

(معارفِ رضا، کراچی ۱۹۸۳ء، ص ۲۰۹)

(۲۷)

پروفیسر کرم حسین حیدری

(ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد)

جب تک میں نے جناب موصوف (امام احمد رضا) کی زندگی اور کارناموں کا گہرا مطالعہ نہ کیا تھا میں نے اُن کی عظمت سے آگاہ نہ تھا۔ لیکن جب میں نے اُن کی زندگی کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا تو مجھے قائل ہونا پڑا کہ وہ اس دور کے بہت بلند مرتبہ امام تھے۔

(معارفِ رضا، کراچی ۱۹۸۵ء، ص ٦٧)

(۲۸)

پروفیسر ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان

(ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی، لندن)

پشاور (پاکستان)

" اعلیٰ حضرت کی شخصیت کا ہر پہلو اس قدر وجیہہ و وقیع ہے، ہر جہت میں اس قدر جامعیّت و مانعیّت ہے کہ اہلِ فکر و نظر کے لئے یہ فیصلہ کرنا دشوار ہو جاتا ہے کہ ان جہات میں سے وہ کونسی جہت ہے جو سب سے زیادہ دلکش ہے؟ . . . . حقیقت یہ ہے کہ وہ ایسا کُل ہے جس کا ہر جزو اس درجہ وسیع و بسیط ہے کہ دیکھنے والے کی نظر و فکر اُس ایک ہی جزو کی وسعتوں اور پہنائیوں میں گم ہو کر رہ جاتی ہے۔"

(ڈاکٹر الٰہی بخش: عرفان رضا (قلمی) مصنفہ ۱۹۷۹ء، ص ۷)

(۲۹)

پروفیسر ڈاکٹر محمّد اسحاق قریشی

(صدر شعبۂ عربی، گورنمنٹ کالج، فیصل آباد)

" مولانا کا علم ایک بحرِ ذخار تھا کہ جس جانب بھی اُبل پڑتا، سیراب کر دیتا۔ اِن کی دلچسپیاں متنوع اور مطالعہ ہمہ گیر تھا۔ حافظہ بلا کا تھا کہ پڑا ہوا لفظ بمشکل ہی حافظہ سے اوجھل ہوتا تھا۔ اردو، عربی، فارسی، ہندی پر دسترس حاصل تھی۔ ذہن رسا تھا اس کی مسائل کی تہہ تک اُتر جانا اُن کے لئے کوئی مسئلہ نہ تھا۔ اُن کی زندگی ہی میں اُن کے تبحّر اور وسعتِ علمی کا اعتراف ہونے لگا تھا۔"

(مقالۂ ڈاکٹریٹ پاک و ہند کی عربی نعتیہ شاعری، پنجاب یونیورسٹی لاہور و معارف رضا، کراچی ۱۹۸۶ء، ص ۴۷)

(۳۰)

پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین آرزو

(ڈین اور صدر شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ)

" آپ کی ذات " الحُبّ للّٰہ والبغض للّٰہ " کی زندہ تصویر تھی، اللہ اور رسول سے محبت رکھنے والے کو اپنا عزیز سمجھتے، اللہ اور رسول کے دشمن کو اپنا دشمن سمجھتے۔ اپنے مخالف سے کبھی کج خُلقی سے پیش نہ آئے۔ کبھی دشمن سے بھی سخت کلامی نہ فرمائی بلکہ حلم سے کام لیا لیکن دین کے دشمن سے کبھی نرمی نہ برتی۔ اعلیٰ حضرت کی زندگی کا ہر گوشہ اتباعِ سنّت کے انوار سے منوّر ہے۔"

(معارفِ رضا، کراچی سنہ ۱۹۸۱ء، ص ۷۰)

(۳۱)

پروفیسر سیّد عبدالقادر

(حیدرآباد دکن، بھارت)

علوم حدیث میں آپ کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ احادیثِ کریمہ کا ایک بحرِ ذخّار آپ کے سینۂ مبارک میں موجزن تھا۔ جس موضوع پر بھی آپ کا قلم اٹھتا تھا، اسلامی مزاج، افکار و نظریات کی حمایت اور کفر و بطالت کی تردید میں احادیثِ کریمہ کا انبار لگا دیتے تھے کہ پڑھنے والے کا کلیجہ ٹھنڈا اور آنکھیں روشن ہوں۔

(معارفِ رضا، کراچی سنہ ۱۹۸۵ء، ص ۱۲۹)

(۳۲)

پروفیسر ڈاکٹر وحید اشرف

(ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی)

بڑودہ یونیورسٹی (بھارت)

"دنیائے اسلام میں ایسی شخصیتوں کی کمی نہیں جنھوں نے اپنے علم و عقل اور بصیرت سے ساری دُنیا کو مستفیض و متبحّر کیا ہے۔ ابنِ سینا، عمرِ خیام، امام رازی، امام غزالی، البیرونی، فارابی، ابنِ رُشد وغیرہ وہ شخصیتیں ہیں جن کے علمی کارناموں پر رہتی دُنیا تک فخر کیا جائے گا۔ اِن میں کوئی فلسفہ و حکمت کا امام ہے، کوئی ریاضی و ہیئت کا، کوئی فلسفۂ اخلاق کا اور فلسفۂ یونان کا۔ لیکن ان سب سے زیادہ حیرت انگیز شخصیت سرزمین ہندوستان میں پیدا ہوئی اور موجودہ صدی ہی میں اس نے دُنیا کو الوداع کہا۔ مولانا احمد رضا خاں کی شخصیت ایسی پہلو دار اور جامع علوم ہے کہ آپ کے کسی پہلو پر سیر حاصل بحث کے لئے اس فن کا ماہر ہی اس سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔"

(انوارِ رضا۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء ص ۵۴۷)

(۳۳)

پروفیسر ڈاکٹر ملک زادہ منظور

(ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی)

لکھنؤ یونیورسٹی، لکھنؤ (بھارت)

"مجددِ اسلام حضرت مولانا احمد رضا خاں اگر ایک طرف تبحّرِ علمی، زُہد و تقویٰ اور روحانی تصرّفات کے معیاری نمونہ تھے تو دوسری طرف رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی بے پناہ محبت و عقیدت بھی مثالی تھی۔ انھوں نے اپنی علمی اور دینی صلاحیتوں سے مسلمانوں میں جو ذہنی انقلاب پیدا کیا اس کی شہادت ہماری پوری صدی دے رہی ہے۔"

(امام احمد رضا "اربابِ علم و دانش کی نظر میں" ص ۱۲۷)

(۳۴)

پروفیسر ڈاکٹر سلام سندیلوی

(ایم۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی، پی ایچ ڈی، ڈی لٹ)

گورکھپور یونیورسٹی گورکھپور (بھارت)

”آپ کی شخصیت و شاعری میں فاصلہ نہیں ہے بلکہ آپ کی شخصیت، آپ کی شاعری ہے اور آپ کی شاعری، آپ کی شخصیت ہے۔ شخصیت و شاعری میں اس قدر گہری ہم آہنگی اردو کے چند ہی شعراء کے یہاں ملے گی۔“

(انوارِ رضا، ص ۵۶۵)

(۳۵)

پروفیسر ڈاکٹر نسیم قریشی

(ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی)

ریڈر شعبۂ اُردو، مُسلم یونیورسٹی، علی گڑھ (بھارت)

”کتنی عظیم سعادت آئی ہے حضرت رضا کے حصّے میں کہ وہ مقبولین بارگاہِ الٰہی اور نظر کردگانِ رسالت پناہی کے اس محبوب زُمرے میں ایک مقام خاص رکھتے ہیں — ایسا بلند مقام کہ انہیں ”حسانُ الھند“ کے مبارک لقب سے یاد کیے بغیر ان کے بے پناہ جذبۂ عشقِ رسول اور ان کی وجد آفرین نعت گوئی کے ساتھ انصاف ہو ہی نہیں سکتا۔“ (امام احمد رضا اربابِ علم و دانش کی نظر میں، ص ۱۲۷)

(۳۶)

ڈاکٹر حامد علی خاں

(ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی)

ریڈر شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ (بھارت)

"امام احمد رضا نہایت بلند مرتبہ صاحب قلم تھے اور بے شک و شبہ اپنے عہد کے لاثانی صاحبِ تصنیف و تالیف تھے ـــ آپ کی زُود نویسی، برجستہ تحریر اور تصنیفی استعداد کی اعلیٰ صلاحیت یہ تھی کہ آپ نے برسوں کا کام دنوں میں اور مہینوں کا کام گھنٹوں میں بہ اسلوب حسن انجام دے کر فضلائے وقت کو انگشت بدنداں کر دیا۔"

(امام احمد رضا، اربابِ علم و دانش کی نظر میں، ص ۱۱۸)

(۳۷)

پروفیسر ڈاکٹر افتخار اعظمی

(استاد شعبۂ اُردو، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ)

"احمد رضا خاں بریلوی کے مسلک سے اختلاف ممکن ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ غیر معمولی ذہین اور متبحر عالم تھے۔ وہ عالمِ دین کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہوئے۔ اس لئے ان کی شاعرانہ تخلیقات کی طرف بہت کم توجہ دی گئی۔ حالانکہ ان کا نعتیہ کلام اس پایہ کا ہے کہ انہیں طبقۂ اُولیٰ کے نعت گو شعراء میں جگہ دی جانی چاہیئے۔ انہیں فن اور زبان پر پوری قدرت حاصل ہے۔ ان کے یہاں تصنع اور تکلف نہیں بلکہ بے ساختگی ہے۔ کیونکہ رسولِ پاک (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے انہیں بے پناہ محبت اور عقیدت تھی۔ اس لئے ان کا نعتیہ کلام شدتِ احساس کے ساتھ ساتھ خلوصِ جذبات کا آئینہ دار ہے۔"

(افتخار اعظمی: ارمغانِ حرم، ص ۱۴، بحوالہ مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری از ملک شیر محمد خاں اعوان، مطبوعہ لاہور ۱۹۳۷ء ص ۱۷)

(۳۸)

پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم

(استاد شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ)

" بیسوی صدی کے عالم اسلام میں امام احمد رضا کی شخصیت منفرد و نمایاں ہے۔ کچھ ہی نابغۂ روزگار شخصیتیں اُن کی صف میں کھڑی ہوسکتی ہیں۔ اگر کسی کو کسی فن میں اُن کے ساتھ مماثلت ہے تو کئی وجوہ سے وہ شخصیتیں اُن کمالات سے عاری ہوتی ہیں جن میں انہیں (مولانا احمد رضا خاں کو) تفوق حاصل ہوتا ہے۔"

(معارفِ رضا، کراچی ۱۹۸۷ء، ص ۸۷)

(۳۹)

ڈاکٹر حسن رضا خاں

(ریسرچ اسکالر پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ، بھارت)

فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ کے دوران مجھے اعلیٰ حضرت کی شخصیت میں متعدد اصحابِ کمال کے چہرے نظر آئے ـــــــ میں نے کھلی آنکھوں سے دیکھا کہ ـــــــ

★ ـــــــ اعلیٰ حضرت جب کسی مسئلے پر بحث کرتے ہیں تو ایک ایسے فقیہہ کی تصویر اُبھر آتی ہے جو قوتِ اجتہاد، بصیرتِ فکر، ذہانت و تعقل اور علمی استحضار میں دور دور تک اپنا جواب نہیں رکھتا ـــــــ

★ ـــــــ مطالعہ کے دوران جب آگے بڑھے تو ایسا محسوس ہونے لگا کہ اب کسی فقیہہ کے سامنے نہیں بلکہ وقت کے ایک عظیم مؤرخ کے سامنے ہیں جو کسی مسئلے کی تنقیح کے سلسلے میں تاریخ کے مختلف مراحل پر بحث کر رہا ہے ـــــــ

★ ـــــــ پھر اور کچھ دور چلے تو دیکھا کہ وہی مؤرخ، ادب و لغت اور صرف و نحو کے ایک جلیل القدر امام کی حیثیت سے علم و فن کے جواہر ریزے بکھیر رہا ہے ـــــــ

★ ـــــــ کچھ اور آگے بڑھے تو مسئلے کے استنباط کے ذیل میں ایک حدیث زیرِ بحث آگئی، اب اُس کا قلم ایک عظیم محدّث، ایک نکتہ رَس نقّاد اور جرح و تعدیل اور اصولِ حدیث کے ایک ماہرِ فن کی حیثیت سے حیرت انگیز تحقیقات کے دریا بہا رہا ہے۔

★ ـــــــ اور چند اوراق الٹنے کے بعد تو حیران رہ گیا اور پہلی بار مجھ پر یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ ایک فقیہہ صرف منقولات ہی پر حاوی نہیں ہوتا بلکہ علمِ طبیعات، علمِ الافلاک، علمِ ہندسہ، فلسفۂ کون و فساد، علمِ تشریح الابدان اور علمِ جغرافیہ کے اصول و جزئیات سے بھی ایک ماہرِ فن کی طرح باخبر ہوتا ہے۔

(ڈاکٹر حسن رضا خاں: فقیہہ اسلام، مطبوعہ الہ آباد سنہ ۱۹۸۱ء، ص ۱۲-۱۳)

(۴۰)

پروفیسر ڈاکٹر محی الدین الوائیؔ
جامعہ ازہر، قاہرہ (مصر)

"شیخ احمد رضا دو مرتبہ حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ نبوی کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ نے دونوں سفروں میں عرب کے اسلامی و علمی مرکزوں کو بھی دیکھا اور وہاں کے علمائے سے ملاقات کی، علوم اور مسائلِ دینیہ میں مشورے بھی کئے۔ حجاز کے مشہور علمائے حدیث کی مخصوص اسانید سے حدیث روایت کرنے کی اجازتیں حاصل کیں اور خود بھی اپنی مخصوص اسناد سے وہاں کے علماء کو حدیث روایت کرنے کی اجازت دی۔" (ترجمہ عربی)

(صوت الشرق (قاہرہ)، شمارہ فروری سنہ ۱۹۷۰ء، ص ۱۶، ۱۷)

"پرانا مقولہ ہے کہ فردِ واحد میں دو چیزیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ تحقیقاتِ علمیہ اور نازک خیالی ـــــ لیکن مولانا احمد رضا خاں نے اس تقلیدی نظریہ کے برعکس ثابت کر کے دکھا دیا۔ آپ عالم محقق ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین نازک خیال شاعر بھی تھے۔" (ترجمہ عربی)

(صوت الشرق (قاہرہ) شمارہ فروری سنہ ۱۹۷۰ء، ص ۱۶، ۱۷)

(۴۱)

شیخ عبد الفتاح ابو غدہ

پروفیسر کلیۃ الشریعۃ

(محمد بن سعود یونیورسٹی (ریاض) سعودی عرب)

"میرے ایک دوست کہیں سفر پر جا رہے تھے، ان کے پاس فتاویٰ رضویہ کی ایک جلد موجود تھی۔ میں نے جلدی جلدی میں ایک عربی فتوے کا مطالعہ کیا، عبارت کی روانی اور کتاب و سنت و اقوالِ سلف سے دلائل کے انبار دیکھ کر میں حیران و ششدر رہ گیا اور اس ایک ہی فتوے کے مطالعے کے بعد میں نے یہ رائے قائم کر لی کہ یہ شخص کوئی بڑا عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہ ہے۔" (ترجمہ عربی)

(امام احمد رضا، اربابِ علم و دانش کی نظر میں، ص ۱۹۴)

(۴۲)

پروفیسر عبد الشکور شاد

(کابل یونیورسٹی، کابل افغانستان)

"علامہ موصوف کی تحقیقی کاوشیں اس قابل ہیں کہ تاریخ ثقافتِ اسلامی ہندوستان د

پاکستان میں بالتفصیل ثبت ہوں اور تاریخ علم و فرہنگ افاغنہ اور آریانا دائرۃ المعارف
کو لازم ہے کہ اسماء گرامی کو ساری مؤلفات کے ساتھ اپنے اداروں میں محفوظ کرے۔"
(پیغامات یوم رضا۔ ص ۳۴)

(۴۳)

پروفیسر ڈاکٹر باربرا مٹکاف

برکلے یونیورسٹی، برکلے (امریکہ)

"وہ ابتداء ہی سے اپنی غیر معمولی ذہانت کی وجہ سے ممتاز تھے۔ ان کو علم ریاضی میں علم لدنی حاصل تھا۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ڈاکٹر ضیاء الدین کے لئے ریاضی کا ایک ایک ایسا لاینحل مسئلہ حل کر کے رکھ دیا جس کے لئے ڈاکٹر موصوف جرمنی جانے والے تھے۔"
(ترجمۂ انگریزی)

(باربرا مٹکاف: ہندوستان میں مسلم مذہبی قیادت اور مصلح علماء ۱۸۶۰ء سنہ ۱۹۰۰ء
مطبوعہ برکلے سنہ ۱۹۷۴ء۔ ص ۳۵، ۳۶)

(۴۴)

پروفیسر ڈاکٹر جے۔ ایم۔ ایس بلیان

(شعبۂ علوم اسلامیہ، لائڈن یونیورسٹی، ہالینڈ کے جہاندیدہ پروفیسر)

(ترجمہ) "یقیناً یہ مجھے اعتراف کرنا چاہیئے — بلاشبہ وہ (امام احمد رضا) ایک عظیم اسکالر تھے — جب میں نے اُن کے فتووں کا مطالعہ کیا تو میں اُن کی حیرت انگیز وسعت مطالعہ سے بہت ہی متاثر ہوا جس کا اظہار وہ دلائل و شواہد پیش کرتے وقت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اُن کے خیالات و افکار میری توقع سے زیادہ متوازن معلوم ہوتے ہیں۔ آپ نے بالکل

صحیح فرمایا کہ موجودہ صورتحال کے برعکس مغربی دُنیا میں اُن کا تعارف اور پذیرائی ہونی چاہیئے"۔
(مکتوب بنام پروفیسر محمد مسعود احمد، مورخہ ۲۱ر نومبر ۱۹۸۶ء از لائڈن)

(۴۵)

پروفیسر ڈاکٹر حنیف اختر فاطمی

(صدر شعبۂ ابلاغیات، لندن یونیورسٹی، لندن)

امام احمد رضا (م ۱۹۲۱ء) نے اسلامی نظریۂ تعلیم کی بہت ہی خوب تعبیر و توضیح پیش کی ہے جو اس موضوع پر قرآنِ حکیم کی تمام آیات کی اعلیٰ ترین تفسیر ہے اور اسلام کے قانونی، روحانی، سیاسی، مادی غرض تمام پہلوؤں کو سمجھنے کے لئے ایک بنیاد فراہم کرتی ہے ___ میری یہ تصنیف (اسلام کا نظریۂ تعلیم جدید انگریزی میں امام احمد رضا کے اُن افکار و خیالات کا خلاصہ ہے۔ جن کی انہوں نے (الدولۃ المکیۃ میں) وضاحت فرمائی ہے۔ (ترجمۂ انگریزی)
(ڈاکٹر حنیف اختر فاطمی: اسلام کا نظریۂ تعلیم، شائع کردہ مجلسِ رضا، اسٹاک رپورٹ، انگلستان، ص ۲)

(۴۶)

پروفیسر غیاالدین قریشی

(شعبۂ انگریزی، نیوکاسل یونیورسٹی، انگلستان)

شریعتِ اسلامیہ کے صرف حنفی مکتبِ فکر کے مسائل میں انہوں نے جس

ذہن رسا کا ثبوت دیا ہے اس سے وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ اُن کو علم و فضل کی بلند ترین مسند پر بٹھایا جائے، وہ جودتِ طبع اور وسعتِ علم کے مالک تھے، اُن کی نگاہ کی تیزی اور صفائی ایک عظیم ذہن کی خاص علامت ہے (ترجمہ انگریزی)

(معارفِ رضا، کراچی ۱۹۸۳ء، ص ۹۲)

(۴۷)

جسٹس قدیر الدین احمد

(سابق چیف جسٹس سندھ ہائی کورٹ اور گورنر سندھ)

"جس قسم کی ذہانت، طباعی، حافظہ، علم اور تبحر اعلیٰ حضرت کو حاصل تھا وہ کوئی معمولی بات نہیں، بلکہ ایک نایاب چیز تھی"

(خطبۂ صدارت امام احمد رضا کانفرنس، منعقدہ کراچی ۱۹۸۲ء)

(۴۸)

جسٹس ڈاکٹر مفتی سیّد شجاعت علی قادری

(جج شریعت کورٹ اسلامیہ جمہوریہ پاکستان، اسلام آباد)

"اُس میں احمد بن حنبل اور شیخ عبدالقادر جیلانی کا سا زہد و تقویٰ تھا ——— ابو حنیفہ اور ابو یوسف کی سی ژرف نگاہی تھی ——— رازی و غزالی کا سا طرزِ استدلال تھا ——— وہ مجدد الف ثانی اور منصور الحلاج کا اعلائے کلمۃ الحق کا یارا رکھتا تھا ——— دشمنانِ اسلام کے لئے اشداء علی الکفار کی تفسیر اور عاشقانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رحماء بینہم کی تصویر تھا ———"

(معارفِ رضا، کراچی، ۱۹۸۳ء، ص ۱۲۲)

(۴۹)

جسٹس شمیم حسین قادری

(خطبۂ صدارت اجلاس یوم رضا، منعقدہ لاہور ۲ جون سنہ ۱۹۶۸ء)

"وہ عاشقِ رسول تھے اور یہی عشقِ رسول کا مسلک عام کرنے کی ضرورت ہے۔ سرورِ کائنات کی محبت نہ صرف اس دنیا میں ہماری مشکلات کا حل ہے بلکہ اگلی دنیا میں بھی نجات کا باعث ہے۔"

(مقالاتِ یومِ رضا، حصّہ دوم، ص ۱۸)

(۵۰)

مولانا کوثر نیازی

(پاکستان کے سابق مرکزی وزیر اور مشہور دانشور و قلمکار)

"بریلی میں ایک شخص پیدا ہوا جو نعت گوئی کا امام تھا اور "احمد رضا خاں بریلوی" جس کا نام تھا۔ ان سے ممکن ہے بعض پہلوؤں میں لوگوں کو اختلاف ہو۔ عقیدوں میں اختلاف ہو لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلّم) ان کی نعتوں میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ (مولانا کوثر نیازی، بحوالہ تقریب اشاعت ارمغانِ نعت، کراچی ۵ ۱۹۷۵ء ص ۲۹)

"بریلوی مکتبِ فکر کے امام مولانا احمد رضا خاں بریلوی بھی بڑے اچھے واعظ تھے۔[۱] ان کی امتیازی خصوصیت ان کا عشقِ رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہے۔ جس میں سرتاپا ڈوبے ہوئے تھے۔ چنانچہ ان کا نعتیہ کلام بھی سوز و گداز کی کیفیتوں کا آئینہ دار ہے اور مذہبی تقریبات میں بڑے ذوق و شوق اور احترام سے پڑھا جاتا ہے۔"

(کوثر نیازی "اندازِ بیان" صفحہ ۸۹-۹۰)

۱؎ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ بہت محتاط رہ کر وعظ فرماتے تھے اور وہ بھی سال میں دو ایک بار (ادارہ)

(۵۱)

خاں محمد علی خاں آف ہوتی

سابق مرکزی وزیرِ تعلیم، حکومتِ پاکستان، اسلام آباد

" اعلیٰ حضرت شمع اسلام میں محبت کا تیل ڈالنے میں ساری زندگی مصروف رہے — عرب و عجم میں کئی تحریکیں اٹھیں جن کے فکری ڈانڈے، کہیں دور — اسلام سے جُدا پگڈنڈیوں سے ملتے تھے مگر دلنواز و نظر فریب نعروں سے ان افکار کو مسلمانوں کے سامنے پیش کیا جا رہا تھا — حضرت بریلوی ایسی کسی تحریک سے متاثر نہیں ہوئے — انہوں نے حقیقی اسلام کے درخشاں چہرے سے، سب غلط افکار کے پردے نوچ نوچ پھینکے — اسلام اسی آب و تاب سے سامنے آیا۔ جس چمک دمک سے وہ دورِ نبوّت، عہدِ خلافت اور دور مجتہدین سے ضیاپاشیاں کرتا آرہا تھا۔ محبّت میں انہیں استغراقِ کُلّی حاصل تھا اور درِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ کر کسی دُنیا والے کے دروازے پر کبھی انہوں نے نگاہ غلط انداز نہیں ڈالی۔ انہیں بھروسہ تھا تو اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی کرم گستریوں پر — انہیں اعتماد تھا تو اپنے ہادی شاہد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بندہ پروریوں پر — اِن کی نگاہیں اٹھتی تھیں تو تجلّیاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضَو ریزیوں کے سمیٹنے پر — اِن کا دل دھڑکتا تھا تو صرف رحمۃ للعالمین کی رحمت نوازیوں پر — وہ علومِ مصطفےٰ کے گلشن کے بُلبل تھے لہٰذا انہیں ہر طرف علمِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلوے نظر آتے تھے اور نورِ مصطفےٰ کی نور بیزیاں نظر آتی تھیں — عشقِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو معیار وہ قائم فرما گئے، وہ متاخرین کے لئے منارِ نور ہے اور وہ سوز جو اپنے کلام میں بھر گئے، خدا جانے کب تک دلوں کو گرماتا اور وجدان کو تڑپاتا رہے گا۔"

(ہفت روزہ افق (کراچی) شمارہ ۶ر فروری ۱۹۸۰ء، ص ۳۰)

(۵۲)

ریئر ایڈمرل ایم۔ آئی۔ ارشد

(سابق چیئرمین کراچی پورٹ ٹرسٹ، کراچی)

"اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی شخصیت ایسی پہلو دار اور جامع کمالات ہے کہ آپ کی شخصیت کے کسی پہلو پر سیر حاصل بحث کے لئے اس فن کا ماہر ہی کلام کا حق ادا کر سکتا ہے۔ آپ نے پچاس سے زیادہ علوم و فنون میں ہزار سے زیادہ تصانیف چھوڑی ہیں۔ یہ تنوع اور یہ کثرت نہ اُن کے دَور میں نظر آتا ہے نہ اُن کے بعد ـــــــ"

معارفِ رضا، کراچی ۱۹۸۴ء، ص ۲۸۷)

(۵۳)

شاہ مانا میاں قادری

پیلی بھیت، (بھارت)

"انجمن نعمانیہ ہند (لاہور) پورے پاک و ہند میں وہ پہلی مذہبی انجمن تھی جس کے علمی اور تبلیغی کارنامے تاریخی حیثیت رکھتے تھے۔ انجمن کے ہی ایک اجتماع میں اعلیٰحضرت سے علامہ اقبال نے نیاز حاصل کیا تھا اور اپنی ایک نعت اعلیٰحضرت کو سنائی تھی جسے آپ نے پسند فرمایا تھا۔"

(مانا میاں: سوانح اعلیٰحضرت بریلوی (۱۹۷۰ء)، مطبوعہ کراچی، ص ۱۵۷)

۵۴

نیاز فتح پوری

(پاک و ہند کے مشہور و معروف دانشور اور صحافی)

"شعر و ادب میرا خاص موضوع اور فن ہے۔ میں نے مولانا بریلوی کا نعتیہ کلام بالاستیعاب پڑھا ہے۔ ان کے کلام سے پہلا تاثر جو پڑھنے والوں پر قائم ہوتا ہے وہ مولانا کے بے پناہ وابستگی رسولِ عربی کا ہے۔ ان کے کلام سے ان کے بیکراں علم کے اظہار کے ساتھ افکار کی بلندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ مولانا کے بعض اشعار میں نعتِ مصطفوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اپنی انفرادیت کا دعویٰ بھی ملتا ہے جو ان کے کلام کی خصوصیات سے ناواقف حضرات کو شاعرانہ تعلّی معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا کے فرمودات بالکل حق ہیں۔ مولانا حسرت موہانی بھی مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری کے مداح و معترف تھے۔ مولانا حسرت موہانی اور مولانا بریلوی میں ایک شئے قدرِ مشترک تھی اور وہ غوث الاعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ذات والا صفات۔ جن سے دونوں کی گہری وابستگی تھی۔ مولانا حسرت موہانی کی زبان سے اکثر میں نے مولانا بریلوی کا یہ شعر سنا ہے ؎

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع
جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

(نیاز فتحپوری۔ بحوالہ محمود احمد قادری، نیاز فتحپوری کے تاثرات۔ مطبوعہ ماہنامہ ترجمانِ اہلسنت، کراچی، نومبر دسمبر ۱۹۷۵ء ص ۲۸)

(۵۵)

ماہر القادری مرحوم

(پاک وہند کے مشہور نعت گو شاعر اور معروف صحافی)

"مولانا احمد رضا خاں بریلوی مرحوم دینی علوم کے جامع تھے، یہاں تک کہ ریاضی میں بھی دست گاہ رکھتے تھے۔ دینی علم وفضل کے ساتھ شیوہ بیان شاعر بھی تھے اور ان کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ مجازی راہِ سخن سے ہٹ کر صرف نعتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے افکار کا موضوع بنایا۔ مولانا احمد رضا خاں کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا بڑے خوش گو شاعر تھے اور مرزا داغ سے نسبت تلمذ رکھتے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی نعتیہ غزل کا یہ مطلع

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

جہاں استاد مرزا داغ کو حسن بریلوی نے سنایا تو داغ نے بہت تعریف کی اور فرمایا "مولوی ہوکر ایسے اچھے شعر کہتا ہے۔"

(ماہر القادری، بحوالہ فاران (کراچی) ستمبر ۱۹۷۳ء، ص ۴۵ و ۴۴)

(۵۶)

مقبول جہانگیر مرحوم

(پنجاب کے مشہور دانشور اور صحافی)

اعلیٰ حضرت کی شاعرانہ حیثیت بھی اتنی ہی وقیع اور عظیم ہے جتنی ان کی دوسری

حیثیتیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ تاریخ میں جو اچھے اچھے نعت گو شعرا گزرے ہیں ان سب کا ذکر کسی نہ کسی حیثیت سے ادب کی کتابوں میں موجود ہے، مگر اعلیٰحضرت کی بہترین شعری تخلیقات کی طرف توجہ نہ دی گئی۔ شاید اس لئے کہ ان کی شاعری دوسرے علوم و فنون کے نیچے دب گئی۔ یہ حقیقت ہے کہ ان کا نعتیہ کلام بڑے سے بڑے شاعر کے کلام کے مقابلے میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ اِن کے ہاں جذبۂ دل کی بے ساختگی، خیال کی رعنائی، الفاظ کی شان و شوکت اور عشقِ رسول (اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جھلکیاں قدم قدم پر موجود ہیں۔ اِن کی نعتوں میں کیف و اثر کی ایک دُنیا آباد ہے۔

(مقبول جہانگیر: اعلیٰ حضرت بریلوی، مطبوعہ انگلستان، ص ۱۲)

(۵۷)

حافظ بشیر احمد غازی آبادی مرحوم

(پاکستان کے مشہور دانشور اور اخبار جنگ کے کالم نگار)

"ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ حضرت فاضل بریلوی نے نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں شریعت کی احتیاط کو ملحوظ نہیں رکھا۔ یہ سراسر غلط فہمی ہے جس کا حقائق سے دُور کا بھی تعلق نہیں، ہم اس غلط فہمی کی صحت کے لئے آپ کی ایک نعت نقل کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:-

کہہ لیگی سب کچھ ان کے ثنا خواں کی خامشی
چُپ ہو رہا ہے کہہ کے مَیں کیا کیا کہوں تجھے

لیکن رضاؔ نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ، خلق کا آقا کہوں تجھے

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کی کیسی فصیح و بلیغ تائید ہے جتنی بار پڑھئے کہ "خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے" دل ایمانی کیفیت سے سرشار ہوتا چلا جائے گا۔ بے شک جس کے لئے یہ زمین و آسمان پیدا کئے گئے وہ خدا کا محبوب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے معراج کی عظمت سے نوازا جو شافعِ محشر ہے وہ یتیم عبداللہ، آمنہ

کالال، وہ ساقیٔ کوثر، وہ خاتم الانبیاء اور خیر البشر، وہ شہنشاہِ کونین، وہ سرورِ کون و مکان، وہ تاجدارِ دوعالم، جس کا سایہ نہ تھا۔ اُس کا ثانی ہو ہی نہیں سکتا۔ بیشک وہ خالق کا بندہ اور خلق کا آقا تھا"

(حافظ بشیر احمد غازی آبادی، جنگ (کراچی) بحوالہ "اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر" از سیّد نور محمد قادری، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۳۷)

(۵۸)

میاں محمّد شفیع (م.ش)

(پنجاب کے معروف صحافی اور اخبار نوائے وقت کے کالم نگار)

" برصغیر کے مسلمانوں میں اسلامی شعور ابھارنے اور مسلمانوں کی نئی نسل کو اسلامی اقدار کے آگاہ کرنے میں حفیظ کی شاعری نے ایسا کردار ادا کیا ہے جو کہ اس صدی کے دوسرے اور تیسرے عشرہ میں امام اہلِ سُنّت و جماعت اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے نعتیہ کلام اور تحریکِ رابطہ مسلم عوام کے ذریعے مسلمانوں کے سینوں میں عشقِ محمّد (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی آگ روشن کرنے میں ادا کیا تھا جس طرح برصغیر کے دُور دراز دیہات میں اعلیٰ حضرت کے سلام ایسے فقرے "مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" گزشتہ نصف صدی سے گونجتے رہے ہیں، اسی طرح حفیظ کے شاہنامہ اسلام کے اشعار مسجدوں اور مکتبوں سے اِن کی خاص طرز میں گزشتہ رُبع صدی سے زائد ہم سے لوگوں کے دلوں کی دھڑکنوں کی صدا بن کر بلند ہوتے رہے ہیں۔"

(میاں محمد شفیع کالم نگار نوائے وقت (لاہور) ۲۲ نومبر ۱۹۷۳ء)

(۵۹)

جناب منظور الحق

(جماعت اسلامی مہاراشٹر کے مشہور صحافی و قلمکار)

" جب ہم امام موصوف کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص اپنی علمی فضیلت اور اپنی عبقریت کی وجہ سے دوسرے علماء پر اکیلا ہی بھاری ہے۔"

(ماہنامہ حجازِ جدید (نئی دہلی)، جنوری ۱۹۸۹ء، ص ۵۴)

کتابیات

ابوالحسن علی ندوی : نزہۃ الخواطر، جلد ہشتم، مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۹۷۰ء

الٰہی بخش اختر اعوان، ڈاکٹر : عرفانِ رضا (قلمی) مرتبہ ۱۹۷۹ء

باربرا ڈی۔ مٹکاف، ڈاکٹر : ہندوستان میں مسلم مذہبی قیادت اور مصلح علماء (۱۸۶۰ء تا ۱۹۰۰ء) مطبوعہ امریکہ، ۱۹۷۴ء

حسن رضا خاں، ڈاکٹر : فقیہِ اسلام، مطبوعہ الٰہ آباد ۱۹۸۱ء

حنیف اختر فاطمی، ڈاکٹر : اسلام کا نظریۂ تعلیم (انگریزی)، مطبوعہ لاہور

شرکتِ حنیفہ : انوارِ رضا، مطبوعہ لاہور

شفیق بریلوی : ارمغانِ نعت، کراچی ۱۹۷۵ء

شبیر محمد اعوان، ملک : مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری، مطبوعہ لاہور

ظفرالدین بہاری، علامہ محمد : حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اوّل، مطبوعہ کراچی

عبدالنبی کوکب، قاضی : مقالاتِ یومِ رضا، حصہ دوم، مطبوعہ لاہور

عبدالنبی کوکب، قاضی : مقالاتِ یومِ رضا، حصہ سوم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء

عبدالرشید، میاں : برصغیر پاک و ہند میں اسلام (انگریزی) مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء

فرمان فتحپوری، ڈاکٹر : اردو کی نعتیہ شاعری، مطبوعہ لاہور

قدیر الدین، جسٹس : خطبہ صدارت امام احمد رضا کانفرنس، منعقدہ کراچی ۱۹۸۲ء

کوثر نیازی، مولانا : اندازِ بیان اور، مطبوعہ لاہور

مانا میاں قادری : سوانح اعلیٰ حضرت بریلوی، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۰ء

محمد برہان الحق، مفتی : اکرام امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء

محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر : حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا علمی نظم، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء

محمد مرید احمد چشتی : خیابانِ رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء

محمد یٰسین اختر مصباحی : امام احمد رضا اربابِ علم و دانش کی نظر میں، مطبوعہ الٰہ آباد ۱۹۷۷ء

مقبول احمد چشتی : پیغاماتِ یومِ رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء

مقبول جہاں گیر : اعلیٰ حضرت بریلوی ۔ انگلستان

نسیم بستوی، مولانا : مجددِ اسلام، مطبوعہ ہند

نور محمد قادری : اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء

اخبارات و رسائل

افق (کراچی)، شمارہ ۲۲ جنوری ۱۹۶۹ء

افق (کراچی)، شمارہ ۶ جنوری ۱۹۸۰ء

ترجمان اہلسنت (کراچی)، شمارہ نومبر و دسمبر ۱۹۷۵ء

چٹان (لاہور)، شمارہ ۲۳ اپریل ۱۹۶۳ء

حجازِ جدید (نئی دہلی)، شمارہ جنوری ۱۹۸۹ء

صوت الشرق (قاہرہ)، شمارہ فروری ۱۹۷۰ء

فاران (کراچی)، شمارہ ستمبر ۱۹۷۳ء

معارف (اعظم گڑھ)، شمارہ ستمبر ۱۹۴۹ء

معارفِ رضا (کراچی)، شمارہ ۱۹۸۱ء

معارفِ رضا (کراچی)، شمارہ ۱۹۸۳ء

معارفِ رضا (کراچی)، شمارہ ۱۹۸۵ء

معارفِ رضا (کراچی)، شمارہ ۱۹۸۶ء

معارفِ رضا (کراچی)، شمارہ ۱۹۸۷ء

نوائے وقت (لاہور)، شمارہ ۲۲ نومبر ۱۹۷۳ء

ہجوم (نئی دہلی)، شمارہ دسمبر ۱۹۸۸ء (امام احمد رضا نمبر)